


# ہمارے نظام کی خرابی اور اس سے نجات کی تدابیر!

مفتی منیب الرحمٰن

(حصہ اول)

ہمارے نظام میں ایک بنیادی خرابی درآئی ہے، ہم کسی خاص مقصد کے لیے ایک ادارہ قائم کرتے ہیں، پھر اُس کی استعداد میں اضافے کے بجائے اُسی مقصد کے لیے دوسرا اور تیسرا ادارہ قائم کرتے چلے جاتے ہیں۔ **اس کے نتیجے میں مصارف بڑھتے چلے جاتے ہیں، ذمے داری تقسیم ہوتی چلی جاتی ہے اور نظام میں مرکزیت نہ ہونے کے سبب جواب دہی مشکل ہوجاتی ہے۔** ہم کسی ادارے کو مستحکم کرنے کے بجائے ردّے پہ ردّا رکھتے چلے جاتے ہیں، مثلاً: انسدادِ بدعنوانی کے لیے ہمارے ہاں ایک ''محکمہ انسدادِ بدعنوانی'' (Anti Corruption Department)''، دوسرا ''وفاقی تحقیقاتی ادارہ (FIA)'' اور تیسرا ''ادارۂ قومی احتساب (NAB)'' ہے۔ الغرض اداروں پہ ادارے بنتے چلے جارہے ہیں اور اسی تناسب سے بدعنوانی میں بھی اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے، کیونکہ جب رشوت کی رقم کے حصے دار زیادہ ہوں گے تو اس کی شرح بھی بڑھتی چلی جائے گی، اس لیے بعض حضرات نے ''محکمۂ انسدادِ رشوت ستانی'' کا نام ''محکمۂ امدادِ رشوت ستانی'' رکھا ہے۔ مزید یہ کہ اداروں کے قیام میں اصلاح اور نیک نیتی کے بجائے بدنیتی کارفرما ہوتی ہے، مثلاً: سابق صدر پرویز مشرف کے دور میں ''ادارۂ قومی احتساب'' اس لیے قائم کیا گیا تھا کہ سیاست دانوں کی فائلیں مرتب کی جائیں اور انھیں ڈرا دھمکا کر ''مسلم لیگ ق'' کے اصطبل میں لاکر باندھا جائے۔ **اس کا بنیادی مقصد مسلم لیگ ن اور پیپلز پارٹی کا خاتمہ اور ان کی مُشکیں کسنا تھا، سو بقولِ غالب روزِ اول سے: ''مری تعمیر میں مُضمَر ہے اک صورت خرابی کی'' کا مصداق تھا۔**

پس چونکہ ''ادارۂ قومی احتساب'' اپنے سیاسی مخالفین کو زِچ کرنے کے لیے تشکیل دیا گیا ہے، اس لیے ہر دور کے اہلِ اقتدار کو یہ اچھا لگتا ہے اور حزبِ اختلاف کو یہ قاتل کے ہاتھ میں تلوار کے مترادف محسوس ہوتا ہے۔ آج تک یہ اعداد وشمار سامنے نہیں آئے کہ اس ادارے کے قیام سے اب تک اس پر قومی خزانے سے خرچ کتنا ہوا اور قومی خزانے کو فائدہ کتنا ہوا۔

اسی طرح ہمارے سلامتی کے اداروں کا مسئلہ ہے، ایک ادارہ رینجرز کا ہے، سمندر کے ساحلوں پر اسمگلنگ اور غیر قانونی کارروائیوں کی روک تھام کے لیے ''کوسٹ گارڈ (Coast Guard)'' کا ادارہ ہے، انسدادِ منشیات کے لیے ''اینٹی نارکوٹکس فورس (Anti Narcotics Force)'' ہے، داخلی سلامتی کے لیے پولس ہے، لیکن رینجرز کا استعمال بھی ہورہا ہے، **بلوچستان اور سرحد میں فرنٹیئر کانسٹیبلری کا ادارہ ہے، نیز بلوچستان میں ایک ادارہ ''لیوی'' کا کام کررہا ہے اور وہ ضلعی انتظامیہ اور مقامی سرداروں کے اشتراک سے چل رہا ہے۔** پولس میں انسدادِ دہشت گردی کے لیے ایک ''محکمہ انسدادِ





زاویہ نظر
مفتی منیب الرحمٰن
muftinaeemia@yahoo.com




# ہمارے نظام کی خرابی اور اس سے نجات کی تدابیر!



دہشت گردی (Counter Terrorism Department)'' ہے، اب پنجاب میں جرائم کے سدِّ باب کے لیے نیا ادارہ ''سی سی ڈی (Crime Control Department)'' قائم کیا گیا ہے۔ الغرض جس رفتار سے ادارے بڑھ رہے ہیں، ردّے پہ ردّا لگ رہا ہے، اُس سے زیادہ تیز رفتاری سے جرائم بڑھ رہے ہیں۔ **سندھ اور پنجاب میں کچے کے علاقے کے ڈاکوؤں کو آج تک کنٹرول نہیں کیا جا سکا، کیونکہ کہا جاتا ہے: اُن کے پشتیبان بھی با اثر لوگ ہوتے ہیں اور اغوا برائے تاوان کی کمائی میں اُن کا حصہ ہوتا ہے، کوئی بعید نہیں کہ ضلعی انتظامیہ بھی اس میں ملوّث ہو۔** اب فرنٹیئر کانسٹیبلری کو فیڈرل کانسٹیبلری (Federal Constabulary) میں تبدیل کر کے اُس کا دائرۂ کار چاروں صوبوں، آزاد کشمیر اور گلگت بلتستان تک پھیلا دیا گیا ہے، اب ہم منتظر ہیں کہ اس کا نتیجہ کیا برآمد ہوتا ہے، علامہ اقبال نے کہا تھا: ''یہ ڈراما دکھائے گا کیا سین / پردہ اٹھنے کی منتظر ہے نگاہ!''۔

اب پنجاب گورنمنٹ نے قوانین اور ضوابط کے نفاذ کی نگرانی کے لیے ایک نیا ادارہ ''(Punjab Enforcement & Regulatory Authority)PERA'' قائم کیا ہے، ظاہر ہے: اس کے لیے مرکزی دفتر اور ذیلی دفاتر قائم ہوں گے، ہر سطح پر عملے کا تقرر ہوگا، اُن کے لیے ٹرانسپورٹ اور دیگر سہولتوں اور مراعات کا انتظام ہوگا اور یوں انتظامی مصارف بڑھتے چلے جائیں گے۔

وزیرِ اعلیٰ پنجاب نے حکمرانی (Governance) کا ایک نیا طریق وضع کیا ہے کہ ہر جگہ وزیر اعلیٰ نے پہنچنا ہے اور ہر جگہ ان کو نظر آنا چاہیے، دنیا میں کامیاب ترین حکمرانی کا یہ کلچر کہیں بھی نہیں ہے۔ **کامیاب اور اعلیٰ معیار کی حکمرانی یہ ہے کہ حاکمِ اعلیٰ اپنے صدر مقام پر بیٹھا ہو اور پورا صوبہ اس کی نظروں میں ہو، آج کل یہ سہولتیں آن لائن حاصل ہیں۔** صوبۂ پنجاب رحیم یار خان سے اٹک تک اور واہگہ سے ڈیرہ غازی خان، راجن پور اور تونسہ تک ہے، صرف لاہور میں کارکردگی دکھانے سے پورے پنجاب پر کوئی مثبت اثر نہیں پڑے گا، جبکہ ایک وقت تھا لاہور پر مسلم لیگ ن کا اجارہ تھا، مگر اب پی ٹی آئی نے اس کے حلقۂ اثر میں کافی نفوذ کر لیا ہے، شگاف ڈال دیے ہیں، خود لاہور سے مسلم لیگ ن کے جو رہنما منتخب ہوئے ہیں، ان پر بھی فارم 47 کی پھبتی کسی جارہی ہے۔ لٰہذا پورے صوبے پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ وزیر اعلیٰ آئے دن بعض منصوبوں کی نقاب کشائی کرتی رہتی ہیں، مثلاً: غریب خواتین کی شادی کے لیے دھی رانی پروگرام، لیپ ٹاپ پروگرام، مریم نواز ہیلتھ کلینکس اور معذورین کے لیے ادارہ وغیرہ۔ یہ وہ منصوبے ہیں جن کا فیض محدود آبادی تک پہنچتا ہے، حکمرانوں کو ایسے منصوبے بنانے چاہییں جن کا فیض بتدریج صوبے کی پوری آبادی تک پہنچے، کیونکہ آپ کو ووٹ مانگنے کے لیے صوبے کے کونے کونے تک جانا



زاویہ نظر
مفتی منیب الرحمٰن
muftinaeemia@yahoo.com




# ہمارے نظام کی خرابی اور اس سے نجات کی تدابیر!



ہوتا ہے۔ وہاں لاہور کے ترقیاتی منصوبوں سے احساسِ محرومی تو پیدا ہوتا ہے، لوگوں میں احساسِ قبولیت نہیں پیدا ہوتا۔

صوبے کی وزیر اعلیٰ کا آئے دن ٹی وی اسکرین پر نئے منصوبوں کی نقاب کشائی کرتے ہوئے نظر آنا اور ہر وقت منظر پر رہنا مقبولیت کو متاثر کرتا ہے۔ ماضی میں جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم انتہائی بااختیار وزیر اعظم تھے، اُس وقت صرف پی ٹی وی تھا اور لوگ ہر وقت اسکرین پر اُن کا دیدار کرتے رہتے تھے، اس سے لوگوں کے مزاج میں اکتاہٹ اور ایک درجے کا تنفر پیدا ہو جاتا تھا، اُس دور کا ایک لطیفہ ہے: ایک شخص ٹی وی مکینک کی دوکان پر گیا اور کہا: ''میرے ٹی وی میں کوئی خرابی پیدا ہوگئی ہے، اس کو درست کر دیجیے''، ٹی وی مکینک نے ہر طرف سے ٹی وی کا معائنہ کیا اور کہا: ''یہ بالکل درست ہے اور بہترین کام کر رہا ہے''، اس شخص نے کہا: ''نہیں! اس میں ایک لاعلاج خرابی پیدا ہوگئی ہے''، مکینک نے اس سے پوچھا: ''وہ کیا''، اُس نے جواب دیا: ''اس کی اسکرین میں بھٹو صاحب پھنس گئے ہیں''۔ لہٰذا حاکمِ اعلیٰ کی ضرورت سے زیادہ نمود و نمائش (Over Exposure) بھی مقبولیت کو متاثر کرتی ہے۔ لوگ ایک ہی تصویر دیکھتے دیکھتے اکتا جاتے ہیں، اس لیے ہر معاملے میں توازن کی از حد ضرورت ہے۔ یہ مشورہ بااختیار لوگوں کو پسند نہیں آئے گا، لیکن یہی اُن کے حق میں مفید ہے۔

ہماری رائے میں ان تمام مسائل کا حل یہ ہے کہ ایک جامع ادارہ قائم کیا جائے، جو ایک اتھارٹی کے نیچے کام کرے اور اُس کے نیچے ذیلی شعبے ہوں، اُن میں باہمی ربط ہو، ایک حکمتِ عملی کے تحت کام کریں اور مثبت نتائج برآمد کریں، بعض اوقات دو مختلف ادارے ایک ہی معاملے کی تحقیق میں اپنی توانائیاں صَرف کر رہے ہوتے ہیں۔ ہمارے ہاں انٹیلی جنس کے متعدد ادارے ہیں: آئی ایس آئی، ایم آئی، آئی بی اور سی آئی اے ہے، اس کے نتیجے میں سارے مالی وسائل انتظامی مشینری پر خرچ ہو جاتے ہیں اور جو نتائج مطلوب ہیں، وہ حاصل نہیں ہوتے۔ اسی طرح ایئرپورٹ سیکورٹی فورس کا ادارہ اور پورا نظام الگ سے قائم ہے، پرائیویٹ سیکورٹی ادارے بھی موجود ہیں۔ وفاقی وزارتِ داخلہ کے تحت ''نیشنل کاؤنٹر ٹیررازم اتھارٹی'' بنائی گئی ہے، اُس کے لیے افسرانِ والاشان، دفاتر، عملہ اور بجٹ تو مقرر کر دیا گیا، لیکن اس ادارے نے اپنے قیام سے لے کر آج تک دہشت گردی کو روکنے کے لیے کون سے کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں، ہمارے علم میں نہیں ہیں۔ اس کے برعکس نائن الیون کے بعد امریکہ نے داخلی سلامتی کے تمام اداروں میں مرکزیت قائم کرنے کے لیے انھیں ایک چھتری کے نیچے لا کر اُسے ''ہوم لینڈ سیکورٹی'' کا نام دیا ہے۔

(جاری ہے)

روزنامہ دنیا، بروز جمعرات 17 جولائی 2025ء



زاویۂ نظر
مفتی منیب الرحمٰن
muftinaeemia@yahoo.com